بسم الله الرحمن الرحيم

المعارف

مجلس مشاورت

ڈاکٹر رشید احمد (جالندھری) صدر
ڈاکٹر حسین محمد جعفری
ڈاکٹر محمد خالد مسعود (اسلام آباد)
ڈاکٹر خالد حسن قادری (لندن)

المعارف
لاہور

جنوری۔ جون ۲۰۰۸ء

مدیرِ اعلیٰ

رشید احمد جالندھری

مدیرِ معاون

افضل حق قرشی

اِدارۂ ثقافتِ اسلامیّہ

۲۔ کلب روڈ، لاہور

صوبہ پنجاب کے سکولوں، کالجوں کے لیے منظور شدہ

قیمت فی شمارہ: ۰۰-۴۰ روپے
قیمت موجودہ شمارہ: ۰۰-۸۰ روپے
سالانہ چندہ بذریعہ ڈاک: ۰۰-۲۰۰ روپے
رجسٹرڈ ایل نمبر: ٦٠٣٣

اس جریدے میں مطبوعہ مضامین
مصنّفین کی رائے کے آئینہ دار ہیں
اور ادارے کا ان کی رائے سے
اتفاق کسی طور ضروری نہیں!

ناشر: ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ
مطبع: طیبہ پرنٹرز، لاہور

ترتیب

جلد نمبر ۴۴	جنوری-جون ۲۰۰۸ء	شمارہ ۱ تا ۶

○ ہم کدھر جا رہے ہیں؟ ....
اسلامی نظریاتی کونسل میں..............................
سیّد نفیس الحسینیؒ کا سفرِ آخرت........................
بحرِ احمر میں نپولین کا ایک تاریخی واقعہ................ — اداریہ ۷

○ ایک سبق آموز تحریر ۲۰

○ اسلامی خلافت کیوں وجود میں آئی .... رشید احمد (جالندھری) ۲۲

○ نالج اکانومی (علمی معیشت) اور .... محمود مرزا ۳۲
ہمارا اندازِ فکر

- Maulana Azad's Perception of the Upsurge of 1857...... 1
  Imtiaz Ahmad

- The Divine Names And Man of Today........................ 15
  R.A. Butler

ادار یہ

ہم کدھر جا رہے ہیں؟

آج کل ہمارا ملک جس اخلاقی، سیاسی اور معاشی انحطاط سے دوچار ہے، اس پر ملک کے اہلِ نظر نے برابر اپنے قلق و اضطراب کا اظہار کیا ہے۔ اس اخلاقی انحطاط کے ہاتھوں ہمارے سماجی، اقتصادی اور سیاسی نظام کی بنیادیں دم توڑ رہی ہیں۔ لیکن ہم ہیں کہ اپنی سیاسی اور اخلاقی روش کو چھوڑنے کے لیے تیار نہیں، کیوں کہ آج بدقسمتی سے سچائی، خدمتِ خلق، جمہوریت اور اخلاقی قدریں ہمارے لیے بے معنی الفاظ ہیں۔ ہم بزعمِ خویش کامیاب سیاست دان ہی نہیں بلکہ مدبر "Statesman" بھی ہیں۔

آج کل ملک میں ہر طرف بدنظمی پھیل رہی ہے، جس نے پورے وطنِ عزیز کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے۔ صوبہ سرحد میں بچیوں کے اسکول انتہاپسندی کے ہاتھوں گرائے جا رہے ہیں۔ سوات کا معروف علاقہ جو کسی زمانہ میں انتہائی پُرامن اور صحت افزا مقام تصور کیا جاتا تھا۔ آج وہاں جاتے ہوئے ڈر لگتا ہے۔ مقامِ مسرت ہے آج صوبہ کی حکومت نیشنل عوامی پارٹی جیسی امن پسند اور ذمہ دار سیاسی پارٹی کے پاس آ گئی ہے۔

آج ایک طرف ہمارا سیاسی بحران ہے۔ جو جمہوری روایات کو مسلسل پامال کرنے کا نتیجہ ہے۔ تو دوسری طرف مالی بحران ہے۔ جسے غیر جمہوری اور غیر اخلاقی رویوں نے خود پیدا کیا ہے۔ چنانچہ صاحبِ اثر لوگوں کے ذمہ اربوں روپے کے قرضے معاف کر دیے گئے ہیں۔ کھانے پینے کی چیزیں اس قدر مہنگی ہو گئی ہیں کہ بعض مقامات پر خواتین نے اپنے بچوں کے

ہمراہ خودکشی کر لی ہے۔ نئی حکومت، جو فروری میں آزاد انتخابات کے نتیجہ میں وجود میں آئی ہے، اُمید ہے کہ وہ ہمارے معاشی اور انتظامی مسائل کے حل کے لیے کوئی ٹھوس قدم اُٹھائے گی اور اپنے ہی اعلانات کے مطابق معزول ججوں کا مسئلہ حل کرنے میں کامیاب ہو جائے گی۔

افسوس! ہم آج تک ان طاقتوں سے جان نہیں چھڑا سکے جو بانیٔ پاکستان اور مرحوم لیاقت علی کی شہادت کے بعد سے جمہوریت کی راہ میں رکاوٹ بنی ہوئی ہیں اور برابر جمہوری حکومت کو ختم کرنے کے لیے بحران پیدا کرتی رہتی ہیں۔

مزید ستم یہ ہوا کہ ہم ہر سال مرحوم علامہ اقبال کی برسی مناتے ہیں۔ لیکن کبھی اپنا محاسبہ نہیں کرتے کہ ہم نے کہاں تک اقبال کے افکار پر عمل کیا ہے۔ سچ یہ ہے کہ ہم نے چند کھوکھلے نعروں کے سوا کبھی بھی سنجیدگی سے افکارِ اقبال پر عمل کرنے کی کوشش نہیں کی۔ یہی وجہ ہے کہ اقبال نے نہایت ہی حسرت سے مرحوم سیّد سلیمان ندوی کو لکھا تھا: ''مسلمانوں کا مغرب زدہ طبقہ نہایت پست فطرت ہے۔'' قدیم تعلیم یافتہ گروہ کا ذکر کرتے ہوئے اقبال نے کہا تھا: ''تمہارے دین کی یہ عظیم الشان بلند نظری ملاؤں اور فقیہوں کے فرسودہ اوہام میں جکڑی ہوئی ہے اور آزادی چاہتی ہے--- ہم بوڑھوں کے لیے شرم کا مقام ہے کہ ہم نوجوانوں کو ان اقتصادی، سیاسی، بلکہ مذہبی بحرانوں کا مقابلہ کرنے کے قابل نہ بنا سکے۔ جو زمانۂ حاضرہ میں آنے والے ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ساری قوم کی موجودہ ذہنیت کو یکسر تبدیل کر دیا جائے...[۱]

اخلاقی اور تعلیمی تصورات پر لکھنے کے بعد اقبال نے نہایت ہی کرب سے لکھا تھا: ''مَیں اس راہ میں آنے والی مشکلات کے بارے میں حساس ہوں۔ مَیں یہاں صرف یہ کہوں گا کہ اگر ہم نے اپنی مشکلات پر قابو نہ پایا تو دُنیا جلد ہی ہم سے اپنی جان چھڑا لے گی۔''[۲]

---

[۱] فکر و نظر، اسلام آباد، جنوری-فروری، ۱۹۷۸ء، ص ۷۰، بحوالہ روزنامہ انقلاب، لاہور، ۲۲ / مارچ ۱۹۳۲ء۔

[2] "I am quite sensible of the difficulties that lie in our way. All that I can say is that if we cannot get over our problems, the world will very soon get rid of us." (*Speeches, Writings and Statements*, p. 97.

اسے حسنِ اتفاق کہیے یا کچھ اور جب وطنِ عزیز کی موجودہ سیاسی اور معاشی صورتِ حال کے بارے میں یہ سطریں لکھی جا رہی تھیں، اچانک معاہدہ لوزاں (Lausanne) جو جدید ترکی (مصطفیٰ کمال پاشا) اور مغربی طاقتوں میں طے ہوا تھا، ذہن میں اُبھر آیا۔

یہ معاہدہ لوزاں دراصل "Severs" معاہدہ کی ناکامی کے بعد وجود میں آیا تھا۔ عدل و انصاف اور انسانی برادری جیسی بلند قدروں سے خالی تھا۔ اس معاہدے (Severs) کے بارے میں اٹلی کے وزیراعظم نئ Nitti نے کہا تھا: ''تمہیں (مغربی طاقتوں کو) اب ایشیائے کوچک میں جنگ سے واسطہ پڑے گا۔ اٹلی اس جنگ میں ایک سپاہی بھی نہیں بھیجے گا، تم نے ترکوں سے ان کے مقدس مقامات چھین لیے ہیں۔ اور اس کا دارالخلافہ غیر ملکی قبضہ میں ہے--- اس معاہدہ کو ترک قوم اور ترکی پارلیمنٹ نے تسلیم نہیں کیا۔''[۱] آنے والے واقعات نے ثابت کر دیا کہ اٹلی کا وزیراعظم 'پیغمبر' تھا۔ کیوں کہ ترکوں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ ترک سرزمین پر اقتدار صرف انہی کا ہوگا۔ چنانچہ جنگ شروع ہوگئی اور خرابی بسیار کے بعد ۱۹۲۳ء میں لوزان میں اتحادیوں نے ترکی کے اقتدارِ اعلیٰ کو تسلیم کر لیا۔

سیّد امیر علی مرحوم کی معروف کتاب Spirit of Islam (روحِ اسلام) پر تبصرہ کرتے ہوئے نیویارک ٹائمز نے لکھا تھا: ''لوزاں معاہدہ دراصل مغربی سیاست دانوں پر ترکی کی فتح ہے۔ اس فتح کے بعد دہلی کی فتح ضروری ہے۔ جہاں ایشیائی لوگوں کی نگاہ میں اسلام اپنی تقدیر کا سامنا کرے گا، لیکن یہ فتح تلوار کی نہیں جواب تک ماضی میں اسلام کی فتح مندی کا نشان رہی ہے۔ دراصل اخلاقی، سماجی کے ساتھ ساتھ سیاسی معاہدے کی فتح ہوگی۔ لوزاں کا یہ معاہدہ مغربی جمہوریت کے اصولوں کی فتح ہے۔''

نیویارک ٹائمز میں لوزاں (Laussanne) معاہدے کے ساتھ دہلی کا بھی ذکر آیا ہے۔ بے شبہ دلّی میں برصغیر کی دو بڑی جماعتوں: آل انڈیا نیشنل کانگریس اور آل انڈیا مسلم لیگ کے نمائندوں نے برصغیر کی آزادی اور قیامِ پاکستان کے سیاسی مسائل پر حکومتِ برطانیہ

---

[۱] تفصیل کے لیے دیکھیے: The New World of Islam, By Stoddard, p. 190

کے ساتھ مذاکرات کئے جن کے نتیجہ میں ۱۴، ۱۵۔ اگست ۱۹۴۷ء میں ہندوستان اور پاکستان آزادملکوں کی حیثیت سے دُنیا کے نقشہ پرنمودار ہوئے۔

یہ حقیقت ہے کہ بھارت میں تو کانگریس سیاسی طور پر جمہوری نظام اور دستوری حکومت کے قیام میں کامیاب ہوگئی۔ جواہر لال نہرو ۱۹۴۷ء سے لے کر۱۹۶۴ء تک بھارت کے وزیراعظم رہے اور اپنے ملک کوصحت مند سیاسی اور اقتصادی بنیادوں پر استوار کر کے تاریخ میں اپنا مقام پیدا کر گئے۔صد افسوس! یہاں پاکستان میں بانی پاکستان اورلیاقت علی کی شہادت کے بعد بیوروکریسی اورفوج نے مل کر سیاست دانوں کوسیاست سے نکال باہرکیا اور حالات اس حد تک خراب ہوگئے کہ ۱۹۷۱ء میں مشرقی پاکستان نے 'بنگلہ دیش' کے نام سے الگ ریاست کی شکل میں نیا جنم لیا۔ ہماری تاریخ اس المیہ پر ایک مدت تک ماتم کرتی رہے گی کہ ہم نے بانئ پاکستان کی رحلت کے بعد کسی وزیراعظم یا صدر کو اپنی مدتِ حکومت پوری کرنے کی اجازت نہیں دی، جس کی وجہ سے قوم کو بے حد مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ اب وقت آ گیا ہے کہ ہم اپنی سیاسی ناکامیوں کا گہری نظر سے جائزہ لیں اور نیا جنم لے کر برصغیر اور ایشیائی قوموں کی برادری میں ایک تخلیقی کردار ادا کریں۔

رشید احمد (جالندھری)

اسلامی نظریاتی کونسل میں حضرت آیۃ اللہ جنتی کی آمد

اور

جناب صدر جنرل (ر) پرویز مشرف سے ملاقات

ایران کے 'ادارہ شوریٰ نگہ بان' (The Guardian Council) کے ایک وفد نے حضرت آیۃ اللہ جنّتی (Jannati) کی قیادت میں مئی کے تیسرے ہفتے میں پاکستان کا دورہ کیا۔ معزز وفد کے ارکان ۱۶ر مئی کو اسلامی نظریاتی کونسل اسلام آباد کے دفتر میں بھی تشریف لائے۔ اسلامی نظریاتی کونسل کے چیئرمین ڈاکٹر محمد خالد مسعود نے حضرت آیۃ اللہ جنتی اور اُن کے وفد کا خیر مقدم کرتے ہوئے انہیں اسلامی نظریاتی کونسل کی علمی اور قانونی سرگرمیوں سے آگاہ کیا۔ اس خطاب کے جواب میں جناب آیۃ اللہ جنتی نے ایران کی شوریٰ نگہ بان کی علمی اور قانونی پوزیشن کو بیان کیا۔ جس کی رو سے ایران اسمبلی شوریٰ نگہ بان کے کسی فیصلے کو چیلنج نہیں کر سکتی۔ جب کہ پاکستان کی اسلامی نظریاتی کونسل کی رائے پاکستان اسمبلی کے لیے ایک تجویز کا درجہ رکھتی ہے جسے قبول یا مسترد کرنا پاکستانی اسمبلی کا حق ہے۔''

حضرت آیۃ اللہ جنتی نے اپنے خطاب کے بعد معزز حاضرین کے سوالات کے جوابات بھی دیے۔ حضرت شیخ (جنتی) فارسی میں خطاب کر رہے تھے اور مترجم حاضرین کے لیے فارسی سے اُردو میں اور اُردو سے فارسی میں ترجمہ کے فرائض انجام دے رہے تھے۔

حضرت آیۃ اللہ نے سنجیدگی سے سوالات کے جوابات دیے۔ البتہ اُنہوں نے بعض سوالات کا جواب دینا مناسب نہیں جانا۔ مثلاً اسلامی نظریاتی کونسل کے ایک رُکن جناب جاوید احمد غامدی نے اُن سے پوچھا کہ موجودہ وقت میں ایران میں بنکاری کا کیا نظام ہے؟ لیکن حضرت آیۃ اللہ جنتی نے اس سوال کا جواب نہیں دیا۔ اس کے بعد خاکسار نے حضرت آیۃ اللہ جنتی سے پوچھا کہ بنکاری سے متعلق ایرانی بنکوں کے طریقِ کار سے متعلق سوال کا جواب نہیں ملا۔ نیز ایک دوسرا سوال یہ ہے کہ کیا موجودہ جمہوری ایران میں جاگیرداری نظام موجود ہے یا ختم کر دیا گیا ہے جیسا کہ لیبیا میں ہے۔ نیز کیا موجودہ وقت میں ایران کو ایک فلاحی ریاست (Welfare State) کہا جاسکتا ہے؟ جیسا کہ برطانیہ یا ناروے فلاحی ریاستیں ہیں۔

افسوس! ان سوالات کا کوئی جواب نہ ملا۔

اس اجلاس کے بعد دوپہر کا کھانا سینٹ کے چیئرمین جناب محترم محمد میاں سومرو کے ہاں تھا۔

کھانے میں تنوع کا اہتمام دیدنی تھا۔ مثلاً بریاں گوشت کی سات آٹھ قابیں (Dishes) بنائی گئی تھیں اور اس انداز سے تیار کی گئی تھیں کہ ''کرشمۂ دامنِ دل می کشد کہ جا اینجا است''۔ البتہ یہ سوال بھی ذہن میں بار بار سر اُٹھاتا تھا۔ جس کا ذکر خاکسار نے اپنے ساتھی سے بھی کیا کہ موجودہ وقت میں جب عام لوگوں کو ایک وقت کا کھانا مشکل ہی سے ملتا ہے، کوفتہ و کباب کو کیوں کر حلق سے نیچے اُتارا جاسکتا ہے؟

دوسرے دن ۱۹/فروری کو وفد کی ملاقات صدر پاکستان جناب جنرل پرویز مشرف سے طے پائی تھی۔ کوئی ۲/ بجے کے قریب صدر موصوف سے ملاقات ہوئی۔ حضرت آیۃ اللہ جنتی نے صدرِ پاکستان سے شوریٰ نگہ بان کی مذہبی سرگرمیوں اور موجودہ وقت میں اُمتِ مسلمہ کے کردار پر بات چیت کی۔ جناب صدر موصوف (صدرِ پاکستان) نے جس عمدہ انداز سے حضرت شیخ آیۃ اللہ جنتی کے سوالات کے جوابات دیئے۔ اس سے پتہ چلتا تھا کہ جناب صدر موصوف ایک بیدار مغز صدر ہیں اور مسلم دُنیا کی حالیہ پوزیشن کا پورا شعور رکھتے ہیں۔ انہوں نے مسلم امۃ

کی وحدت پر بات کرتے ہوئے کہا کہ مسلم امۃ کی بات کرتے کرتے ہم نہیں تھکتے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ ایک دفعہ صدر مہاتیر محمد نے اسلامی کانفرنس میں مسلم وحدت کا ترانہ چھیڑا تو سینگال کے وزیراعظم نے کہا کہ یہ سب باتیں بس باتیں ہی ہیں۔ میرے ملک نے اس تنظیم (اسلامی ممالک کی تنظیم) سے قرض کی اپیل کی تھی۔ جو سنی نہیں گئی۔ جب ہم نے ایک مغربی حکومت سے امداد مانگی تو مل گئی۔ یعنی کہاں ہے امۃ کی وحدت کا ترانہ؟ صدر موصوف نے سنگاپور کی سٹی سٹیٹ کا بھی ذکر کیا۔ اس کی تجارت اور اقتصادی ترقی سے بہت کچھ سیکھا جا سکتا ہے جو قدرتی وسائل نہ ہونے کے باوجود ایشیا میں سب سے آگے ہے! ہم نے اس موضوع پر 'المعارف' میں بھی لکھا تھا کہ صدر لی (Lee) نے سنگاپور کو صحیح معنی میں ترقی یافتہ ریاست بنانے کے لیے تاریخی کردار ادا کیا ہے۔ اس نے اسرائیل سے مدد مانگی۔ جس کا وفد ایک یا دو سال سنگاپور میں رہا اور اسے ترقی یافتہ ملک یا سوسائٹی بنانے کے لیے اقتصادی پروگرام کو عملی شکل دی۔ صدر موصوف کی گفتگو سے صاف عیاں تھا کہ ہمیں منصوبہ بندی سے برابر کام کرنا ہوگا۔ ہم خوابوں کی دُنیا سے جس قدر جلد بیدار ہو جائیں، ہمارے لیے بہتر ہوگا۔ صدر صاحب نے مزید کہا کہ اسلامی نظریاتی کونسل اور ایران میں شوری نگہ باں کے باہمی ثقافتی و اسلامی تعلقات اور تجربات سے مسلم معاشرہ بہت کچھ سیکھ سکتا ہے۔ غرضیکہ یہ دونوں اسلامی ادارے اپنی تاریخی ذمہ داریوں کا احساس کرتے ہوئے دُنیا کے سامنے اسلامی تعلیمات کی روح کو پیش کرنے کا فریضہ ادا کر سکتے ہیں۔ اُن کے ہاں سادہ چائے کا انتظام تھا جسے دیکھ کر مسرت ہوئی۔

ادھر چند سال پہلے ہم ایران گئے تھے۔ طہران سے بذریعہ بس قم گئے جہاں حضرت امام خمینی کی درس گاہ بھی دیکھی جہاں وہ درس دیا کرتے تھے۔ مشہد میں عمدہ کتب خانے دیکھ کر جی خوش ہو گیا۔ ایک ادارہ نے ہمارے وفد کے ہر ممبر کو نھج البلاغۃ کا خوب صورت نسخہ تحفتاً دیا۔ جو متعدد قلمی نسخوں کا خوبصورت عکس تھا۔ خوبصورت اور آباد مسجدیں دیکھ کر اپنی ویرانیٔ قلب ونظر پر رونا آیا۔ حضرت سعدی نے تو ترکوں کے بارے میں کہا تھا: ''روزِ ازل حسن بترکاں دادند'' یہ بات خود اہلِ ایران پر بھی صادق آتی ہے۔